عرب جمہوریہ مصر ۱۱ جمادی الآخر ۱۴۴۳ھ

وزارت اوقاف ۱۴ جنوری ۲۰۲۲ء

اخلاقی قدریں

کسی معاشرے میں اخلاقی قدروں کی پختگی اس کی ترقی اور تہذیب کا ثبوت ہوتی ہے۔اور یہ اس کی ہم آہنگی اور آپسی الفت و محبت کا راز بھی ہے۔ دوسری طرف قوموں کے زوال کی ڈور ان کی اخلاقی قدروں کے ساتھ بندھی ہوئی ہے، اِدھر یہ ٹوٹ گئی اُدھر ان کا زوال شروع ہوا۔لہذا وہ معاشرے جن کی بنیاد اخلاقی قدروں پر نہیں رکھی ہوتی، ان کی حقیقت ریت کے ایک گھروندے کے سوا کچھ بھی نہیں، انہیں خود کو برباد کرنے کے لیے کسی باہری دشمن کی ضرورت نہیں پڑتی۔

بلاشبہ ہمارے دین نے اُن سماجی قدروں پر خاص توجہ فرمائی ہے جن سے ہمارے معاشرے کی تحفظ وبقا کا ساماں ہو سکے، جو اس کی بنیادوں کو فولاد بنا سکیں، کیوں کہ اخلاق واقدار کی حفاظت اس دینِ عظیم کی اَساس ہے۔ جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "میں اس دنیا میں اخلاقی قدروں کو عام کرنے کے لیے آیا ہوں"۔

انہیں سماجی اقدار میں سے ایک دوسرے کی مدد، ہم آہنگی اورآپس میں شِیر و شکر ہو کر زندگی بسر کرنا ہے، جس کا فائدہ پورے معاشرے کو ہوتا ہے۔ کیوں کہ ملک اس کے سبھی بیٹوں کا ہوتا ہے،اور ان سبھی کی کوششوں سے اس کی بہاروں کا سُہاگ قائم ہوتا ہے، مذہب یا پھر رنگ و نسل کے فرق کے بغیر۔ اوراسی میں انانیت، نفس پرستی اور خود غرضی کا خاتمہ مُضمر ہے اوراسی میں بھائی چارگی اور انسانیت کا فروغ بھی ہے۔اس سے ایسے معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے جس کی بنیادیں باہمی الفت اور ایثار و قربانی کے جذبہ پر رکھی ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:"وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِ"" نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو" (مائدۃ:۲) نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:"مومنین کی مثال آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے میں، ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں اور

ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے میں؛ایسی ہے جیسے ایک جسم ہو، جب اس کے کسی ایک حصہ میں درد ہوتا ہے تو پورا جسم اس کے ساتھ بخار اور بیقراری سے تڑپتا ہے"۔ایک دوسری جگہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: قبیلہ "اشعری" کے لوگوں کے پاس جب جنگ پر جانے کی وجہ سے سازوسامان ختم ہو جاتا ہے، یا پھر جب ان پر قحط سالی آتی ہے تو وہ اپنا سارا سازوسامان ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے ہیں، پھر اس کو ایک برتن میں آپس میں برابر برابر بانٹ لیتے ہیں۔لہذا وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

انہیں سماجی اقدار میں سے عزتِ نفس، خوش اخلاقی اور جذبۂ ایثار و قربانی بھی ہے، جس سے وطنی اور سماجی بھائی چارگی اور جذبۂ تعاون کو مزید تقویت ملتی ہے۔ اور معاشرے کے افراد کے درمیان شوقِ اُخوت ومحبت اور ایک دوسرے کے لیے صفائے قلبی کو نئے پر لگتے ہیں۔ جس وقت نبی ﷺ نے ایک دوسرے کا بغض وحسد دل میں پالنے سے، ایک دوسرے سے منہ موڑنے سے اور آپس میں ترکِ تعلق کرنے سے منع فرمایا تھا، تو اس وقت اسی نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "ایک دوسرے سے حسد نہ کرو! ایک دوسرے کے لیے دھوکے سے قیمتیں نہ بڑھاؤ! ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو! ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو! اور ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو!"، اور ایک دوسرے مقام پر نبی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا تو اللہ بھی اس کی ضرورت پوری فرمائے گا، جو (دنیا میں) کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا تو قیامت کے دن اللہ بھی اس کی مصیبت دور فرمائے گا اور جو (دنیا میں) کسی مسلمان کی عیب پوشی کرے گا تو قیامت کے دن اللہ بھی اس کی عیب پوشی فرمائے گا"۔

اور انہیں اقدار میں سے معذور لوگوں، یتیموں، کمزوروں اور بزرگوں پر خاص توجہ دینا بھی ہے، کیوں کہ ان کی حسنِ رعایت دینی، وطنی اور انسانی فریضہ ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس (عابد) کی طرح ہے جو دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات عبادتِ خداوندی سے آباد کرتا ہے۔ایک دوسری حدیثِ پاک ہے: تمہارے کمزوروں ہی کی برکت سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور انہیں کے ذریعہ تمہیں رزق ملتا ہے۔اسی طرح سے اسلام نے معذور لوگوں کے کارناموں کو

معاشرے کی اضافی قوت کا سبب گردانا ہے اور ان کو دوسروں کے لیے نمونۂ عمل قرار دیا ہے۔ اور ان کے لیے سماجی زندگی میں مؤثر طریقہ سے اپنا کردار ادا کرنے کی راہیں ہموار کی ہیں۔ اسی وجہ سے عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن بننے کا شرف ملا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کئی مرتبہ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے اور ان کی دیکھ بھال کرنے کے لیے مدینہ شریف میں اپنا خلیفہ بنایا۔

برادرانِ اسلام!!

انہیں سماجی اقدار میں سے ایک یہ ہے کہ کسی بھی بات کو آگے پھیلانے سے پہلے اس کی تحقیق کر لی جائے۔ شریعت اسلامیہ نے اس عظیم قدر پر بہت زور دیا ہے۔ اور افواہوں اور افواہ پھیلانے والوں سے بچنے کا حکم سنایا ہے۔ کیوں کہ اس کی نظر میں افواہوں کو پھیلانے کا مقصد معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کرنا اور ابنائے وطن کے درمیان نا امیدی اور مایوسی کی وبا پھیلانا ہے۔ ارشاد باری ہے: "يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ" "اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ" (حجرات:٦) اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کر دے۔ لہذا عاقل کی نشانی یہ ہے کہ وہ بات کرنے سے پہلے سوچتا ہے اور احمق کی نشانی یہ ہے کہ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے بک ڈالتا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔

کتنا اچھا ہوتا اگر ہم سماجی قدروں سے اپنے آپ کو مزین کر لیتے تا کہ ہمارے پورے معاشرے میں آپسی محبت و بھائی چارگی کی فضا قائم ہو سکتی۔

اے اللہ! ہمیں اچھے اخلاق رکھنے کی ہدایت عطا فرما،

ایک تیری ہی ذات ایسی ہے جو اس کی ہدایت دے سکتی ہے۔